مطالعۂ قرآن حکیم
ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۂ هُود

آیات ۹۶۔۹۹

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ

فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ○ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ○ وَاُتْبِعُوْا

فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ○

"اور ہم نے موسیٰ کو اپنے معجزات اور واضح سند کے ساتھ فرعون اور اس کے اعیانِ مملکت کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو انہوں نے فرعون ہی کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا معاملہ درست نہ تھا۔ قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا اور انہیں لے جا اتارے گا آگ پر اور وہ بدترین گھاٹ ہے جس پر اترا جائے۔ اور پیچھے لگا دی گئی ان کے لعنت اس (دنیا) میں بھی اور قیامت کے دن بھی۔ کتنا برا صلہ ہے جو کسی کو نصیب ہو!"

قوم نوحؑ، قوم ہودؑ، قوم صالحؑ، قوم لوطؑ اور قوم شعیبؑ کے بعد سورۂ ہود کی ان آیاتِ مبارکہ میں قصۂ فرعون و موسیٰؑ مختصراً مذکور ہوا ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے اس اعتبار سے سورۂ یونس اور سورۂ ہود میں ایک عکسی نسبت ہے۔ سورۂ یونس کی ۱۰۹ آیات میں سے صرف ۲۳ انباء الرسل پر مشتمل ہیں جبکہ سورۂ ہود کی کل ۱۲۳ آیات میں سے ۷۵ میں ان واقعات کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح وہاں حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کے حالات بہت مختصر طور پر بیان ہوئے ہیں اور حضرت موسیٰؑ اور آلِ فرعون کا ذکر متقابلۃً نہایت تفصیل سے آیا ہے۔ جبکہ سورۂ ہود میں حضرت نوحؑ کا ذکر دو رکوعوں پر پھیلا ہوا ہے اور قصۂ فرعون و موسیٰؑ صرف چار آیات پر مشتمل ہے۔ یہ قرآن حکیم کی سورتوں میں نسبتِ زوجیت کی نہایت نمایاں مثال ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام" اولوالعزم من الرسل" یعنی چوٹی کے پانچ یا سات برگزیدہ ترین رسولوں میں سے ہیں اور جملہ انبیاء و رسل میں، بہت سے اعتبارات سے، رسول کامل و اکمل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ محسوس ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں ان کا ذکر آپ کے بعد سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ اور باعادہ و تکرار آیا ہے۔ چنانچہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اپنی تالیف "قصص القرآن" میں قرآن حکیم کی ان آیات کی کل تعداد ۴۱۰ بتائی ہے جن میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام اور بنی اسرائیل اور آل فرعون کے حالات و واقعات بیان ہوئے ہیں۔ گویا کہ قرآن مجید کا لگ بھگ تیرھواں حصہ ان کے ذکر پر مشتمل ہے۔

تازہ ترین اثری تحقیقات کے مطابق آنجناب تیرھویں صدی قبل مسیح میں مصری حکمرانوں کے انیسویں خاندان کی حکومت کے دوران رعمسیس دوم نامی فرعون کے زمانے میں پیدا ہوئے اور مشیتِ الٰہی کے تحت انہوں نے اسی فرعون کے محل اور اسی کی آغوش میں تربیت پائی حالانکہ وہ بنی اسرائیل کے حق میں نہایت ظالم و جابر تھا اور اس نے ان کو تاریخ انسانی کے بدترین مظالم کے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا۔ اس شخص نے بہت طویل عمر پائی لیکن اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ڈیڑھ سو بیٹوں میں سے تیرھویں بیٹے منفتاح کو حکومت سنبھلوا دی تھی۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ مدین سے واپسی پر رسالت سے سرفراز ہوئے تو فریضۂ رسالت کی ادائیگی کے لیے جس فرعون کے سامنے پیش ہوئے وہ یہی منفتاح تھا۔ واضح رہنا چاہیے کہ جس طرح ہمارے رسول اکرمؐ دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں یعنی ایک بعثت خاص الی اہل العرب یا الی بنی اسماعیل اور دوسری بعثت عام الی کافۃ الناس، اسی طرح حضرت موسیٰؑ کی بعثت بھی دوہری تھی۔ چنانچہ آں جنابؑ کی نبوت تو عام تھی بنی اسرائیل کے لیے بھی اور آل فرعون کے لیے بھی، لیکن رسالت کا رُخ صرف آل فرعون کی جانب تھا۔ چنانچہ اس کی صراحت موجود ہے۔ قرآن حکیم کے دوسرے متعدد مقامات کی طرح اس مقام پر بھی کہ "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهٖ" یعنی ہم نے موسیٰ کو بھیجا فرعون اور اس کے اعیانِ سلطنت کی طرف۔ ان الفاظ سے ایک اور حقیقت بھی واضح ہوتی ہے اور وہ یہ کہ مصر میں اس وقت وہ نظامِ ملوکیت پوری طرح رائج و نافذ تھا جس کے شکنجے میں کم و بیش تین ہزار برس تک تقریباً پوری نوعِ انسانی جکڑی رہی ہے۔ یعنی یہ کہ حاکمِ اعلیٰ ایک بادشاہ ہوتا تھا اور اس کی حکومت قائم ہوتی تھی جاگیرداروں اور منصبداروں یعنی Feudal Lords کے بل پر۔ اس کی حکومت میں عوام الناس

کی حیثیت فی الواقع کالأنعام یعنی حیوانوں کے مانند ہی ہوتی تھی اور جملہ مسائل و معاملات کی باگ ڈور بادشاہِ وقت اور اس کے درباریوں ہی کے ہاتھوں میں ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ وقت کو بھی براہِ راست ان ہی کے سامنے دعوتِ حق پیش کرنے کا حکم ملا۔

اس مقصد کے لیے جو چیزیں حضرت موسیٰؑ کو حضرتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوئیں ان کو یہاں دو اصطلاحات کے ذریعے بیان کیا گیا۔ ایک "ایٰتِنا" اور دوسرے "سلطٰنٍ مبین"۔ ان کے مفہوم کے تعیّن میں مفسّرین کے مابین اختلاف ہوا ہے۔ بعض نے آیات یعنی نشانیوں سے مراد عصا اور یدِ بیضا سمیت وہ نو نشانیاں لی ہیں جن کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۱۰۱ میں وارد ہوا ہے۔ اور سلطانِ مبین سے مراد ان میں سے سب سے اہم معجزہ یعنی عصاءِ موسیٰؑ کو مانا ہے۔ اس طرح گویا یہ عطف الخاص علی العام کا معاملہ ہوا۔ بعض حضرات کے نزدیک آیات سے مراد جملہ معجزات ہیں اور "سلطانِ مبین" سے مراد حضرت موسیٰؑ کی وہ تقریر ہے جس نے فرعون کو بالکل لاجواب کر کے رکھ دیا تھا اور اس طرح گویا ان کو کھلا غلبہ عطا کر دیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب!

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ فرعون کے اعیانِ سلطنت نے فرعون ہی کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا معاملہ یا اس کی رائے یا اس کی راہ، راست نہ تھی: "فَاتَّبَعُوا اَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ"۔ امر کا لفظ بہت وسیع المعنیٰ ہے۔ اس میں رائے، مسلک اور معاملات سب کی جانب اشارہ ہے۔ اور الفاظِ قرآنی میں ایک تصویرِ حال سامنے آتی ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے دربار میں دعوتِ حق پیش فرمائی اور فرعون نے جتنی جرح بھی ان پر کی، اس سب میں اسے لاجواب کر کے رکھ دیا اور وہ بالکل کھسیانا سا ہو کر رہ گیا تو ہر دیکھنے والی آنکھ نے دیکھ لیا تھا کہ حق کس جانب ہے اور موقف کس کا قوی ہے۔ لیکن چونکہ اصل اہم معاملہ مفادات کا ہوتا ہے اور جاگیرداروں اور منصبداروں کے مفادات اس نظام سے وابستہ تھے جس کے مرکز و محور کی حیثیت فرعون کو حاصل تھی، جس کی جانب واضح اشارہ سورۃ الزخرف میں منقول فرعون کے ان الفاظ میں موجود ہے کہ: "اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ" یعنی کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں ہے اور یہ نہروں کے ذریعے آبپاشی کا نظام بھی میرے زیرِ انتظام نہیں ہے؟ لہٰذا انہوں نے من حیث الجماعت اپنا پورا وزن اسی کے پلڑے میں ڈالنے میں عافیت سمجھی۔ بالکل ایسے جیسے علامہ اقبال مرحوم نے اپنی نظم "ابلیس کی مجلس

شوریٰ" میں ابلیس یا اس کے کسی نائب کی زبان سے کہلوایا ہے کہ ع "نظام کہنہ کے پاسبانو! یہ معرضِ انقلاب میں ہے!"۔

اس کے بعد آیات نمبر ۹۸ اور نمبر ۹۹ کے الفاظ قرآن حکیم میں Pathos یعنی حزن و تأسف کے اظہار کے اعتبار سے ذروۂ سنام یا نقطۂ عروج کی حیثیت رکھتے ہیں: یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ "یعنی وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا قیامت کے دن اور بالآخر انہیں لے جا اتارے گا جہنم کے گھاٹ پر اور کیا ہی بُرا ہے وہ گھاٹ جس پر اترا جائے"۔ یعنی قومِ فرعون نے جس طرح دنیا میں اپنی عقل سے کام لینے اور اپنے شعور کو بروئے کار لانے کی بجائے اندھے بہرے ہوکر فرعون کی پیشوائی کو اختیار کیا اس طرح قیامت کے دن وہ جلوس کی صورت میں فرعون کی قیادت میں جہنّم کا رُخ کرے گی اور وہ اسے بالآخر جہنّم میں لے جا گرائے گا۔ اور کس قدر بُرا ہے وہ انجام جس تک یہ لوگ پہنچیں گے۔
حواری اور ان کے اتباع یعنی ان کی قوم کے عوام کالانعام جس کیفیت کے ساتھ فرعون کے پیچھے لگے وہ بالکل ایسے تھا جیسے لعنتِ خداوندی ان کو پیچھے سے دھکیل رہی ہو اور وہ اندھے بہرے ہوکر آگے بڑھے جا رہے ہوں۔ اور یہی نقشہ ان کا قیامت کے روز بھی ہوگا، بلکہ اس روز تو حقائق معنوی مجسم ہوکر سامنے آجائیں گے اور لعنتِ خداوندی ان پر پوری طرح مسلّط نظر آئے گی۔

آخری الفاظ یعنی "بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ" میں حزنیہ کیفیت عروج کو پہنچی نظر آتی ہے۔ "رِفد" کے معنی صلے یا عطیے کے ہیں۔ اور یہ نظامِ ملوکیّت کا ایک جانا پہچانا معاملہ ہے کہ بادشاہ اپنے منظورِ نظر اور وفادار نائبینِ سلطنت کو گاہے بگاہے انعام و اکرام اور اعلیٰ پوشاکوں اور خلعتوں سے نوازتے رہتے ہیں۔ تو گویا یہ ہے لعنتِ خداوندی کا وہ اصل انعام و اکرام اور ابدی ذلّت و رسوائی کی خلعتِ فاخرہ جو فرعون کی جانب سے اپنے وفاداروں اور حواریوں کو ملی اور کیا ہی بُرا ہے یہ صلہ اور کتنا بھیانک ہے یہ انجام!

یہ واضح رہے کہ یہ معاملہ "حکم الاکثر حکمُ الکل" کے مطابق ہے ورنہ قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ فرعون کے درباریوں میں سے کم از کم ایک صاحب تو ایسے حق پرست نکلے جنہوں نے ایمان کی دعوت پر لبیک کہا اور کچھ عرصہ تک تو اپنے ایمان کو چھپائے رکھا لیکن جب نوبت بایں جا رسید

کہ فرعون حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنے پر تل گیا تو انہوں نے تمام مصلحتوں وغیرہ کا پردہ چاک کر کے نعرۂ حق کو بلند کر دیا اور ایسی فصیح و بلیغ اور موثر تقریر دربار میں کی کہ خود فرعون کے چھکے چھوٹ گئے اور اس کا سارا دبدبہ اور طنطنہ ہوا ہو گیا اور وہ کھسیانا ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ "مَآ اُرِيكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ" یعنی "میں تو تم لوگوں کو وہی کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں جو خود مجھے سجھائی دے رہا ہے اور میں نہیں رہنمائی کر رہا تمہاری مگر بھلائی کی راہ کی جانب" جس کے جواب میں اس مردِ حق اور بندۂ مومن نے بھرے دربار میں جوابی نعرہ لگایا کہ "يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ" یعنی "اے میری قوم کے لوگو! فرعون کے بہکاوے میں نہ آؤ بلکہ میری پیروی کرو میں تمہاری رہنمائی کروں گا بھلائی کی اصل راہ کی جانب!" ـــ یہ دوسری بات ہے کہ قوم کی عظیم اکثریت کی مت بالکل ماری جا چکی تھی اور وہ اپنے دنیوی مفادات کے باعث بالکل اندھے اور بہرے ہو گئے تھے۔ نتیجۃً وہ بدترین انجام سے دوچار ہو کر رہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اعاذنا اللہ من ذٰلک۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے خطبات جمعہ و تقاریر کے نئے تیار شدہ کیسٹ

۱۔ کیا پاکستان کے خاتمے کا آغاز ہو گیا ہے؟
اور اگر ابھی اسے بچانے کے لئے کچھ کیا جا سکتا ہے تو کیا؟

خطاب جمعہ ۶ مئی ۹۴ء

۲۔ پاکستان کی سالمیت اور مسئلہ سندھ

خطاب جمعہ ۱۳ مئی ۹۴ء

۳۔ قرآن کا فلسفہ شہادت

خطاب جمعہ ۱۹ مئی ۹۴ء

۴۔ انٹرویو 'نوائے وقت پینل' بسلسلہ پاکستان کی سالمیت

۳۱ مئی ۹۴ء